دور حاضر میں نفاذ اسلام کے لئے لائحہ عمل

ڈاکٹر حافظ محمد سلیم*

عام طور پر دور حاضر سے انیسویں صدی عیسوی کا نصف آخر مراد لیا جاتا ہے کہ جب سے وہ علمی اور سائنسی تحریک پروان چڑھنا شروع ہوئی جس کی آبیاری میں نیوٹن' ڈارون' فرائڈ' کارل مارکس' برٹرنڈرسل اور آسولڈ سپنگل کے نظریات نے اہم کردار ادا کیا۔

اہل یورپ نے کلیسا سے عملی زندگی کا رشتہ توڑا تو مذہب اور سائنس کے مابین کشمکش کا آغاز ہوا' عام زندگی مذہبی پابندیوں سے آزاد ہو گئی' اخلاق اور معیشت کو ایک دوسرے کی راہ میں رکاوٹ سمجھتے ہوئے معاشی جدوجہد کو اخلاقی پابندیوں سے آزاد کر دیا گیا اور حصول زر کے لئے ہر طرح کے وسائل (مثلاً ظلم و تشدد اور عصمت فروشی) کا اختیار کرنا جائز قرار دیا گیا۔

مغرب میں سائنسی ترقی کا آغاز ہوا' مختلف علوم میں تحقیقات و ایجادات کا سلسلہ شروع ہوا۔ سماجی ادبی' معاشرتی' معاشی اور سائنسی علوم میں نئی نئی راہیں' پیدا ہونا شروع ہوئیں اور مغرب صدیوں پر محیط خواب غفلت سے بیدار ہونے لگا۔

بیسویں صدی کے وسط میں دنیا کے سیاسی نقشے پر نئی تبدیلیاں رونما ہونا شروع ہوئیں' جنگ عظیم دوم کے بعد اتحادیوں نے دنیا کا ایک نیا آرڈر ترتیب دیا جس میں مسیحی' یہودی اور فرنگی فکر اس بات پر متفق ہوئی کہ مسلمانوں کو ان کے شاندار ماضی کی طرف پلٹنے سے روکنے کی غرض سے ملت اسلامیہ کو جہالت' غربت' پسماندگی اور انتشار کی طرف دھکیل دیا جائے۔(۱)

مسلمانوں' خاص طور پر عربوں اور عثمانی ترکوں کا باہمی انتشار' ان کی سیاسی' معاشی اور علمی کمزوری پر منتج ہوا۔ اسلامی ممالک میں متضاد نظریات پھیلنا شروع ہوئے۔ جن کے مطابق ملت اسلامیہ کی ناکامیوں کو مشیت الٰہی سمجھ کر قبول کر لیا گیا یا جدید تہذیب کو مکمل طور پر اپنائے بغیر مسلم اقوام کی ترقی کو ناممکن قرار دیا جانے لگا۔ موخر الذکر فکر نے شرق و غرب اور ایشیا اور افریقہ کے مسلمانوں پر مغرب کی جدید تہذیب کی اندھا دھند تقلید کو لازم قرار دے دیا۔(۲) مصر'

---

*پرنسپل گورنمنٹ ولایت حسین ڈگری کالج' ملتان

ترکی، شام، اردن، عراق، الجزائر اور ہند و پاک کی مسلمان قیادت نے مغربی تہذیب کو اپنانے کا فیصلہ کر لیا۔ کمال اتا ترک نے جنگ عظیم اول کی ناکامی کے اثرات زائل کرنے کی غرض سے مذہبی رسومات و عبادات پر قانونی پابندیاں عائد کردیں۔ دیگر ممالکِ اسلامیہ نے مغرب کی جنسی آزادی اور سودی نظام کو اپنا کر اجتماعی خودکشی کے عمل کا آغاز کر دیا اور انسان اور حیوان کے نوعی اتحاد کے نظریہ[۳] (Theory of Common Partnership of Charles Darwin) کی پیروی میں کھانا پینا اور جنسی لذت کا حصول اولین مقصد حیات قرار پاگیا۔

اس فکری انتشار کے اثرات چند ہی برسوں میں ظاہر ہونا شروع ہوگئے اور عمومی طور پر پوری ملت اسلامیہ میں مذہب بیزاری کی فکر پھیلنا شروع ہوگئی۔ اگرچہ پاکستان ایک اسلامی مملکت کے طور پر معرض وجود میں آیا مگر ہم بھی اس تہذیبی، ثقافتی اور نظریاتی کشمکش کی زد میں آنے سے نہ بچ سکے جس کی بڑی وجہ ایک صدی تک برصغیر پر انگریزوں کی حکومت تھی۔

اندریں حالات اگر بنظر غائر جائزہ لیا جائے تو ملت اسلامیہ اور خاص طور پر پاکستانی سوسائٹی کے خدوخال اس طرح نظر آتے ہیں۔

☆ پیغام قرآن سے روگردانی ہے
☆ مادی فکر کا غلبہ ہے
☆ دنیا کو آخرت پر ترجیح دی جاتی ہے
☆ مال و زر کی محبت تمام محبتوں سے شدید ہے
☆ قول و عمل میں تضاد ہے
☆ طبقاتی کشمکش ہے۔
☆ علاقائی عصبیتیں ہیں
☆ لاقانونیت ہے، تشدد ہے، قتل ہے، ڈاکہ ہے، بربریت ہے۔
☆ جہالت ہے، ظلم ہے، ناانصافی ہے۔
☆ معاشی ناہمواری ہے۔
☆ سیاسی ابتری ہے، ملت اسلامیہ کا باہمی انتشار ہے۔
☆ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فقدان ہے۔
☆ مذہبی اور اصلاحی کوششوں میں خلوص و للہیت ناپید ہے۔

غرضیکہ قرآنی الفاظ میں:

ظهر الفساد فی البر و البحر بما کسبت ایدی الناس[۴] کا سماں ہے۔

صورت احوال کی اصلاح کے لئے پیہم اور مسلسل کوششیں جاری ہیں، مفکرین ملت اور ملحین امت نے اس نقطہ کو واضح کر دیا ہے کہ ہمارے روحانی، فکری، علمی، سائنسی، معاشی اور ی انحطاط کا علاج صرف اور صرف سرکار رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نظام لام مصطفیٰ ﷺ) کو کامل اور غیر مشروط طور پر اپنانے میں مضمر ہے۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے:

و انتم الا علون ان کنتم مومنین(۵)

هو الذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحق لیظهره علی الدین کله و لو کره المشرکون(۶)

نظام اسلام سے مراد وہ نظام حیات ہے جس نے صدیوں سے جنگ و قتال میں مشغول صحرا نشینوں اور جاہل و غیر مہذب بدوؤں کو بنیان مرصوص(۷) میں بدل کر قیصر و کسریٰ کے تخت و تاج کا والی بنا دیا۔ یہ وہ نظام ہے جس کا مکی حصہ:

☆ صبر و تحمل
☆ ضبط و انقیاد
☆ ثابت قدمی
☆ انفرادی اصلاح اور
☆ رسول اکرم ﷺ کی محبت میں جان و مال قربان کر دینے پر مبنی ہے

جبکہ مدنی حصہ:

☆ کافرانہ اور مشرکانہ قوتوں کا استیصال
☆ فروغ دین
☆ سماجی اور معاشرتی زندگی کی تنظیم نو
☆ ہجرت مدینہ اور حجۃ الوداع کی درمیانی مدت میں ایک مثالی معاشرہ قائم کرنے پر منحصر ہے۔

غرضیکہ مواخات مدینہ اور خطبہ حجۃ الوداع کے تناظر میں جب ہم اپنے احوال کا جائزہ لیتے ہیں تو قیام نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ضرورت و اہمیت بالکل واضح ہو جاتی ہے۔

نظام اسلام کے نفاذ کی بنیادی شرائط

نظام اسلام کے نفاذ کے لئے یہ لازم ہے کہ ہمارے سامنے ایک ایسا لائحہ عمل اور نمونہ کمال ہو کہ جس کی پیروی سے ہم مطلوبہ نتائج یقیناً اور حتماً حاصل کر سکتے ہوں۔

بحیثیت ہادی اعظم ﷺ آنحضور ﷺ کی ذات ستودہ صفات وہ نمونہ کمال ہے جو ان شرائط کو پورا

کرتے ہیں۔ بقول ڈاکٹر برہان احمد فاروقی:

"ہمہ گیر اسلامی انقلاب کے لئے ضروری ہے کہ ہمارے پیش نظر مکی زندگی میں:

☆ کوہ فاران کے پہلے وعظ سے شروع ہونے والی مشکلات

☆ شعب ابی طالب کے مصائب اور سفر طائف کی تکالیف اور ان سب کے مقابلے میں بیمثال عزم و استقلال

بعد از ہجرت مدنی زندگی میں:

☆ مواخات مدینہ کے ذریعہ معاشرتی زندگی کے اخوت میں ڈھلنے اور معاشی پہلو میں دوسروں کے معاشی تخلیق کے تعطل کو رفع کرنے کے لئے انفاق و ایثار کے جذبے پر ہماری نظر ہو۔

☆ اور یہ یقین کامل ہو کہ اس نمونہ کمال کی محبت اور غیر مشروط اتباع و اطاعت ہی سے ہمارے مسائل حل ہو سکتے ہیں تو پھر دین و اخلاق' معاشرت و معیشت' بذل و عطا' سیاسی نظم و ضبط' تعلیم و تعلم' ملی' قومی اور بین الاقوامی معاملات میں نظام مصطفیؐ کا نفاذ ممکن ہو سکتا ہے۔[۸]

قرآن فرماتا ہے:

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ[۹]

و من یطع اللہ و رسولہ فقد فاز فوزا عظیما[۱۰]

☆ اور یہ کہ نظام اسلام (نظام مصطفیٰ) کے نفاذ کے لئے وہ قوت نافذہ بھی میسر ہو جس کا انحصار اقتدار اور سیاسی قوت پر ہوا کرتا ہے۔ اور جس (قوت) کے بغیر کوئی نظام یا قانون اپنے مقاصد پیدا نہیں کر سکتا۔"

نفاذ اسلام کے لئے عملی تجاویز

اقتدار حاصل ہوجانے پر مسلمان سربراہ حکومت پر جو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں' ان کی تفصیل بیان کرتے ہوئے قرآن پاک فرماتا ہے:

الذین ان مکنھم فی الارض اقاموا الصلوۃ و اتوا الزکوۃ و امروا بالمعروف و نھوا عن المنکر[۱۱]

یعنی سیاسی غلبہ حاصل ہونے پر اہل ایمان

۱۔ اقامت صلوٰۃ

۲۔ ایتاء زکوٰۃ
۳۔ امر بالمعروف
۴۔ نہی عن المنکر کی طرف خصوصی توجہ دے کر انہیں عملاً" نافذ کرنے کا انتظام و انصرام کرتے ہیں۔

اس آیہ کریمہ میں جن بنیادی امور کی نشاندہی کی گئی ہے ان کی روشنی میں نظام اسلام (نظام مصطفیٰ) کے نفاذ کا لائحہ عمل کچھ اس طرح سے ہوگا۔

انفرادی اصلاح کے پروگرام کا آغاز

جب تک افراد کی اصلاح نہ ہو معاشرہ کی فلاح و بہتری کی بات کرنا عبث اور فضول ہے۔ مدینہ منورہ کی ریاست کے قیام سے پہلے مکی دور میں انفرادی اصلاح اور تزکیہ نفوس پر محنت ہوتی رہی' انفرادی زندگی کا اعلیٰ ترین نصب العین انسان مرتضیٰ بنتا ہے یعنی ایسا انسان جسے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہو' اس مقصد کے لئے عام شہریوں میں توحید خالص' تقویٰ' خشیت الٰہی' فسق و فجور سے نفرت اور برائی و بے حیائی سے مجتنب رہنے کی صفات پیدا کرنا ہوں گی۔

توحید خالص : اس سے عابد و معبود کے مابین رشتہ عبودیت قائم ہوتا ہے' جس کی بنیاد قلبی وابستگی اور شدید محبت اپنے ہے۔ قرآن فرماتا ہے :

والذین امنوا اشد حبا للہ[۱۲]

اور یہی وہ جذبہ ہے جو ایمان کی قوت و پختگی کا سبب بنتا ہے۔

تقویٰ : اس کا حصول انفرادی اصلاح میں بہت بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ تقویٰ کی روح یہ ہے کہ ان امور سے اپنے آپ کو بچا کر رکھا جائے جن کے ارتکاب سے معبود حقیقی کی محبت و بندگی کا رشتہ متاثر ہو سکتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

یا یھا الذین امنوا اتقوا اللہ حق تقا تہ و لا تموتن الا و انتم مسلمون[۱۳]

تقویٰ کی صفت پیدا ہوجانے سے انفرادی زندگی اسلامی معاشرت میں ڈھلنے کے لئے تیار ہوجاتی ہے اور صاحب تقویٰ مسلمان کی زبان اور ہاتھ سے پورا معاشرہ مامون و محفوظ ہوجاتا ہے۔ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے :

المسلم من سلم المسلمون من لسا نہ و یدہ[۱۴]

المسلم اخوا المسلم لا یظلمہ و لا یسلمہ و من کا ن فی حا جۃ اخیہ کا ن اللہ فی حا جتہ[۱۵]

لا یومن احد کم حتی یحب لا خیہ ما یحب لنفسہ[16]

تزکیہ :فرد کی اصلاح کے حوالہ سے تزکیہ کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم کے وظائف نبوت میں تزکیہ نفوس کا بطور خاص ذکر کیا گیا ہے۔[17]

تزکیہ کے معنی صفائی اور پاکیزگی حاصل کرنے کے ہیں اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ مسلمان کے دل سے شرک' بت پرستی' غیراللہ سے نفع و ضرر کی آرزو' حرص' بخل' لالچ' ایذا رسانی اور ریاکاری کی صفات مٹ جائیں اور ان کی جگہ خلوص و للہیت اور اخلاق عالیہ پیدا ہوجائیں۔ قران کریم فرماتا ہے :

قد افلح من زکھا و قد خاب من دسھا[18]

قد افلح من تزکی و ذکر اسم ربہ فصلی[19]

سورۃ الاعلیٰ میں تزکیہ نفس کو نماز سے پہلے بیان کرکے اشارہ فرما دیا کہ تزکیہ کے بغیر محض نماز مفید نہیں ہوسکتی' اس لئے کہ فرضیت نماز کی غرض و غایت بھی تو برائیوں سے اجتناب ہے ان الصلوۃ تنھی عن الفحشاء و المنکر[19] اس لئے تزکیہ کا حصول دین کی بنیادی ضروریات میں داخل ہے۔

انفرادی اصلاح کا لائحہ عمل

حقیقی توبہ :اگر ہم اپنے ہاں حقیقی معنوں میں نظام مصطفیٰؐ کا نفاذ چاہتے ہیں تو ہمیں خود احتسابی کے ذریعہ اپنے احوال کا جائزہ لینا ہوگا اور اپنے رب کے حضور سچی توبہ کر کے فسق و فجور کی روش چھوڑ کر اطاعت و بندگی کا رویہ اپنانا ہوگا۔ توبہ کے اس عمل میں عام شہری سے لے کر صدر اور وزیراعظم تک سب کو اپنے رب کے حضور پیش ہو کر سابقہ زندگی پر

☆ اظہار ندامت

☆ آئندہ کے لئے معصیت کوشی سے اجتناب اور

☆ اطاعت و فرمانبرداری اختیار کرنے کا پختہ عہد کرنا ہوگا۔

اگر کوئی قوم اجتماعی توبہ پر آمادہ ہوجائے تو نہ صرف اس کے گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں من تاب وامن و عمل عملا صالحا فاولئک یبدل اللہ سیا تھم حسنت[21] بلکہ قوم یونس کی طرح "فیصل عذاب" بھی اٹھالیا جاتا ہے۔

عدل اجتماعی کا قیام : معاشی عدل اور عدل اجتماعی' نظام مصطفیٰ کی حقیقی برکات کا آئینہ دار ہوتا ہے' عدل اجتماعی کے قیام کے ضمن میں درج ذیل امور پر خصوصی توجہ دینا ہوگی۔

☆ زکوۃ کے جمع و خرچ کا انتظام۔
☆ زکوۃ اور عشر کے محصولات سے غربا اور مساکین کی بہبود کے لئے منصوبے تیار کرنا۔
☆ حاجت مندوں کی بنیادی ضروریات از قسم غذا' رہائش' تعلیم اور علاج معالجہ کا سرکاری سطح پر بندوبست کرنا۔
☆ نادار' مفلوک الحال' معذور اور معاشی تعطل کے شکار افراد کی فہرستیں مرتب کر کے ان کے وظائف مقرر کرنا۔
☆ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زرعی نظام کی طرز پر زرعی اصلاحات نافذ کر کے ملکیت زمین کی حد مقرر کرنا۔
☆ جاگیرداری نظام کا خاتمہ کر کے زائد زمین بے زمین مزارعوں میں تقسیم کرنا۔
☆ ملکی دولت کو چند ہاتھوں میں سمٹنے کے رجحان کو بدلنے کے لئے سرمایہ داری کی حد مقرر کرنا۔
☆ ملاوٹ' ذخیرہ اندوزی' ناجائز منافع خوری' رشوت اور بلیک مارکیٹنگ کے قوانین پر عملدر آمد کروانے کے لئے صالح اور متقی انتظامیہ کا تقرر کرنا۔
☆ اراکین حکومت' سیاسی راہنماؤں' انتظامیہ اور عدلیہ کے افسران کے معیار زندگی کے احتساب کے لئے ایک بااختیار محتسب کا قیام عمل میں لایا جائے تاکہ اختیارات کے ناجائز استعمال کو روکا جاسکے۔

ان اقدامات سے معاشی عدل کے قیام کی طرف پیش رفت ہوسکتی ہے۔

اسلامی نظام عدل کا نفاذ اور اراکین عدلیہ کی اصلاح : رائج الوقت عدالتی نظام کو مکمل طور پر قرآن و سنت کے مطابق بنانا نظام مصطفیٰ کا بنیادی تقاضا ہے کیونکہ و من لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الکفرون کی وعید کے بعد یہ جرات نہیں کی جاسکتی کہ ہم اپنے نظام عدل کو قرآن و سنت کے دائرہ سے باہر رکھیں۔ لہذا عدالتی نظام کو نظام مصطفیٰ سے ہم آہنگ کرنے کے لئے درج ذیل تبدیلیاں لانا ہوں گی۔

☆ ابتدائی سطح سے اعلیٰ سطح تک اراکین عدلیہ کے تقرر میں تقویٰ کو اعلیٰ معیار مقرر کرنا۔
☆ جج صاحبان اور ان کے ماتحت عملہ کا روحانی الذہن اور پابند شریعت ہونا۔
☆ جج حضرات کا فقہ اسلامی پر کامل دسترس رکھنا۔
☆ رائج الوقت نظام شہادت کو اسلامی قانون شہادت میں بدلنا۔
☆ عدلیہ کا ہر طرح کے اثر سے آزاد ہونا۔

☆ عام شہری اور عمائدین سلطنت کا قانون کی نگاہ میں برابر ہونا اور کسی بھی عہدیدار کا عدالت کی حاضری سے مستثنیٰ نہ رکھا جانا۔

☆ عدلیہ کو حدود اسلامی کے تحت آنے والے مقدمات کی تفتیش اور فیصلہ کا اختیار حاصل ہونا۔

☆ غیرضروری تاخیر سے بچنے کے لئے مختلف مقدمات کی تفتیش اور فیصلہ کی مدت کا تعین کیا جانا۔

☆ مسلمان آبادی کی رائے کے احترام میں متفقہ آئین اور فقہ کا قیام عمل میں لانا۔

☆ حاضر سروس جج حضرات کے لئے جو شرعی کورسز بنائے جاتے ہیں ان کے نصاب اور مدت تعلیم / ٹریننگ کو از سر نو مرتب کرنا۔

انتظامیہ کی اصلاح : انتظامیہ چونکہ سربراہ حکومت کا اختیار استعمال کرتی ہے اس لئے اس کے عمال کا صاحب تقویٰ اور روحانی الذہن ہونا بے حد ضروری ہے۔ اس غرض سے

☆ ان میں خوف الٰہی' خدمت مخلوق اور قانون کے سامنے جوابدہی کا احساس پختہ کیا جائے۔

☆ معیار زندگی میں سادگی پیدا کی جائے۔

☆ بوقت تقرر جائداد کا ریکارڈ حاصل کر لیاجائے اور ہر ٦ ماہ بعد احتساب کیا جائے تاکہ رشوت لینے کا رجحان ختم ہوسکے۔

☆ قانون کی عملداری میں ہر سطح کے خوف اور لالچ سے آزاد رکھا جائے۔

☆ امراء حکومت' سرکاری افسران اور دیگر شہریوں میں سے اگر کوئی سفارش کا مرتکب پایا جائے تو اس کے لئے سخت سزا مقرر کی جائے جو اس منصب سے معزول کر دیئے جانے سے کم نہ ہو۔

☆ ناجائز ذرائع سے حاصل شدہ جائدادیں' بحق سرکار ضبط کر کے غرباء و فقراء میں تقسیم کردی جائیں۔

اسلامی نظام تعلیم کا نفاذ : مختلف رائج الوقت تعلیمی نظاموں کو ختم کر کے اپنی ضروریات کے مطابق نیا نظام تشکیل دیا جائے جس کا بڑا مقصد نیک' صالح اور متقی نوجوان تیار کرنا ہو جو بعدازاں ایک اسلامی ریاست کے قیام میں معاونت کرسکیں اور سوسائٹی کو نظام مصطفیٰ کی برکات سے مزین کرسکیں۔

ارکان پارلیمنٹ اور ان کا انتخاب: دور حاضر کے سیاسی نظاموں میں پارلیمنٹ کی اہمیت بالکل واضح اور عیاں ہے۔ یہی وہ ادارہ ہے جو قانون سازی' امن و امان اور عوام کی فلاح و بہبود کا ذمہ دار سمجھا جاتا ہے۔ نفاذ نظام مصطفیٰ کے حوالہ سے اس ادارہ کی تشکیل و تنظیم کے وقت انتہائی غور و خوض اور احتیاط کی ضرورت ہوگی تاکہ ایسے لوگ آگے آئیں جو واقعتہ" نظام اسلام (مصطفیٰ) کے ساتھ مخلص ہوں۔ اور ان کے سامنے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ تاریخ ساز جملہ ہروقت رہے جس میں آپ نے فرمایا تھا کہ :

"اگر میری بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اس کے ہاتھ بھی کاٹ دیتا۔"(۲۳)

اگر ارکان پالیمنٹ اپنے آپ کو قانون سے بالا تر سمجھیں

خاندان یا اپنی جماعت سے منسلک لوگوں کی طرف سے قانون شکنی کی شکل میں انہیں احتساب سے بچائیں

قانون شکنی اپنا استحقاق سمجھیں

تو ہمیں نظام مصطفیٰ کی بات کرنے سے پہلے سوچنا ہوگا کہ اس صورت احوال کی اصلاح کیونکر ممکن ہوسکتی ہے۔

اس ضمن میں چند تجاویز یہ ہیں :

☆ ارکان پارلیمنٹ کے لئے صاحب تقویٰ' کبائر سے پاک' روحانی الذہن' تعلیم یافتہ اور احکام شریعہ کا پابند ہونا لازم قرار دیا جائے۔

☆ اسمبلیوں کی ممبرشپ کے لئے ہر علاقے کے صائب الرائے لوگوں پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی جائے جو موزوں اور شرائط سے زیادہ قریب شخص کو نامزد کریں (اس سلسلے میں آئین پاکستان میں شقیں موجود ہیں انہی کو معیار بنایا جا سکتا ہے)

☆ دولت' ثروت اور خاندانی اثر و رسوخ کی بنیاد پر منتخب ہونے کی روش کو ختم کیا جائے تاکہ عام شہری پارلیمنٹ میں پہنچ کر عوام کے لئے سوچ سکیں۔

☆ وزراء حکومت' ارائین پارلیمنٹ اور سیاسی شخصیات کے اثاثوں کا مکمل حساب رکھا جائے اور ہر ٦ ماہ بعد اثاثوں کی تفصیل گزٹ آف پاکستان میں مشتہر کی جائے۔

☆ ارکان پارلیمنٹ کو دی جانے والی مالی مراعات (ازقسم لائسنس' قرضہ جات اور پلاٹس) ختم کی جائیں تاکہ سیاست کو کاروبار بنانے کا رجحان ختم ہوسکے۔

☆ سیاسی پارٹیوں پر پابندی لگائی جائے اور تعلیم یافتہ' نیک سیرت' اچھی شہرت اور جذبہ خدمت خلق رکھنے والے لوگوں کی فہرست میں سے پارلیمنٹ کا چناؤ کیا جائے۔

☆ نمائش دولت پر پابندی عائد کی جائے تاکہ سادگی اختیار کرنے کا جذبہ پیدا ہوسکے۔

امر بالمعروف و نہی عن المنکر کیلئے بااختیار ادارہ کا قیام : امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو قران کریم نے پوری امت کے لئے ضروری قرار دیتے ہوئے فرمایا :

کنتم خیر امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنہون عن المنکر و تومنون باللہ(۲۴)

مگر اس کے ساتھ یہ حکم بھی دیا کہ :

و لتکن منکم امة یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر(۲۵)

ایک ایسے ادارے کا قیام سربراہ حکومت کی ذمہ داری ہے جو اس فریضہ کو بہ حسن و کمال سرانجام دے۔ نظام مصطفیٰ کے نفاذ سے بڑھ کر نیکی کا اور کون سا بڑا عمل ہوگا۔ مگر نظام مصطفیٰ کے لئے یہ ساری محنت اور کوشش اسی صورت میں فائدہ مند ہوسکتی ہے جب حرام' خلاف شرع اور برائی پھیلانے والے امور پر پابندی عائد کردی جائے۔

☆ بے حیائی اور اس کے محرکات کا سدباب کیا جائے۔ خواہ ان کا تعلق رسم و رواج سے ہو۔ ذرائع ابلاغ سے ہو' نظام تعلیم سے یا اسے ثقافت اور کلچر کے نام سے پھیلایا جارہا ہو' سب کو یکسر ممنوع قرار دے دیا جائے۔

☆ ویڈیو سنٹرز کے راستے پھیلائی جانے والی بے حیائی بند کردی جائے۔

☆ رشوت ستانی کے تدارک کے لئے بنائے گئے قوانین کا بھرپور انداز میں نفاذ کیا جائے۔

☆ انٹی کرپشن کے محکمہ میں نیک شہرت اور خوف خدا رکھنے والے لوگوں کو مقرر کیا جائے۔

☆ رشوت' سفارش' اقرباء پروری اور قانون شکنی کی سوچ ختم کرنے کے لئے تبلیغ و تحریص کا راستہ اختیار کیا جائے۔

☆ اسراف و فضول خرچی خواہ وہ سرکاری سطح پر ہو یا پرائیویٹ سیکٹر کی طرف سے' اس کا تدارک کیا جائے اور اس کی جگہ سادگی کو رواج دیا جائے۔

☆ منشیات کے خلاف شروع مہم کو کامیاب بنانے کی غرض سے ان چہروں کو بھی بے نقاب کیا جائے جو اس جرم کے محرک اور ذمہ دار ہیں۔

☆ معاشی استحصال کی تمام صورتیں ختم کردی جائیں۔

☆ سماجی انصاف فراہم کرنے کے لئے فوری اقدامات کئے جائیں۔

☆ دعوت ارشاد کا ایک ادارہ قائم کیا جائے جس میں علماء' مشائخ' اراکین عدلیہ' انتظامیہ' مسلح افواج اور پارلیمنٹ سے نمائندگی ہو اور جس کا سربراہ اعلیٰ انتظامی صلاحیتوں کا حامل اور نفاذ نظام مصطفیٰ ﷺ کے جذبہ سے سرشار ہو۔ اس ادارے کا فیصلہ ناقابل تنسیخ ہو تا کہ برائی کی بیخ کنی ممکن ہو سکے۔

نقطہ آغاز

ہمارے ہاں ایک الجھا ہوا سوال یہ ہے کہ نفاذ اسلام کے عمل کا آغاز کس سے اور کہاں سے کیا جائے۔ اس کا جواب صرف ایک ہے کہ "اولی الامر" سے اور اگر ایسا نہ کیا گیا تو ساری کوششیں بے کار جائیں گی اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محرومی کا ذریعہ بھی بن سکتی ہیں' ارشاد ہے

لم تقولون مالا تفعلون کبر مقتا عنداللہ ان تقولوا مالا تفعلون[۲۶]

لہٰذا اگر ہم واقعتہ" اپنے مسائل کا حل چاہتے ہیں اور معاشرے کو بدامنی اور معاشرتی اور اخلاقی برائیوں سے پاک کرنا چاہتے ہیں تو آج ہی سے سربراہ مملکت / حکومت سے لے کر عام شہری تک کو اجتماعی توبہ کے ذریعہ اطاعت الٰہی اور اطاعت مصطفیٰ ﷺ کا خلوص سے آغاز کر دینا چاہئے۔

امید کی جاتی ہے اس سعی سے ہمارے گناہ معاف کر دیے جائیں گے اور ہمارے احوال کی اصلاح ہو جائے گی۔

❖ ❖ ❖

حوالہ جات

۱۔ ابوالحسن علی ندوی' مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش' کراچی' مجلس نشریات اسلام' ۱۹۸۱ء ص ۱۸۔۱۷

۲۔ ایضاً" ص ۵۴

۳۔ Darwin, Origin of Species and Descent of Man.
New York, 1872, P 909

۴۔ القرآن الحکیم : الروم : ۴۱
۵۔ آل عمران : ۱۳۹
۶۔ الصف : ۹
۷۔ الصف : ۴
۸۔ ڈاکٹر برہان احمد فاروقی' منہاج القرآن' لاہور' ادارہ ثقافت اسلامیہ' ۱۹۸۶ء ص ۲۳۷
۹۔ الاحزاب : ۲۱
۱۰۔ الاحزاب : ۷۱
۱۱۔ الحج : ۴۱
۱۲۔ البقرہ : ۱۶۵
۱۳۔ آل عمران : ۱۰۲
۱۴۔ بخاری' محمد بن اسماعیل 'الجامع الصحیح' مکتبہ رحمانیہ 'لاہور' ۱۹۸۵ء' ج ا'ص ۱۱۲
۱۵۔ ایضاً" ا/۹۶۶
۱۶۔ ایضاً" ا/۱۱۳
۱۷۔ آل عمران : ۱۶۴
۱۸۔ الشمس : ۱۰۔۹
۱۹۔ الاعلیٰ ۱۵۔۱۴
۲۰۔ العنکبوت : ۴۵
۲۱۔ الفرقان : ۷۰
۲۲۔ المائدہ : ۴۴
۲۳۔ الجامع الصحیح للبخاری 'کتاب الانبیاء
۲۴۔ آل عمران : ۱۱۰
۲۵۔ آل عمران : ۱۰۴
۲۶۔ الصف : ۳۔۲